سانحۂ لال مسجد...... اتحاد و اتفاق کی ضرورت

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

سانحۂ لال مسجد و جامعہ حفصہؓ تاریخ کا المناک ترین سانحہ ہے جس میں حق کے طلبگاروں پر طاقت کا اندھا دھند استعمال کرتے ہوئے ظلم کی انتہاء کردی گئی، قرآن و حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں پر قرآن و سنت پر مبنی نظام نافذ کرنے کے مطالبہ کی پاداش میں آتش و آہن کی بارش کردی گئی، بے گناہ طلبہ و طالبات، لاوارث اور یتیم بچیاں، بچے، بیوگان اور شیر خوار معصوموں کو بے دردی سے جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ قرآن مجید کے حفاظ و حافظات، علماء و عالمات کو خون میں نہلا دیا گیا اور ستم بالائے ستم کہ قرآن مجید و احادیث کی کتب اور مسجد کی بے حرمتی کی گئی۔ الغرض وحشت و بربریت کی حد کردی گئی اور پھر انسانیت دشمن اقدامات پر مبنی جرائم کو چھپانے کے لیے جامعہ حفصہ کو ہی منہدم کر دیا گیا۔ علماء کرام کی مفاہمتی کوششوں کو سبوتاژ کرتے ہوئے مذاکرات کی بجائے طاقت کا اندھا دھند استعمال کر کے یہ سمجھ لیا گیا کہ کہانی ختم ہوگئی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظلم روا رکھنے والوں پر یہ حقیقت عیاں ہوتی جارہی ہے کہ ؎

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اب کی بار ایک نئی ریت سامنے آرہی ہے کہ لال مسجد آپریشن سے پہلے لال مسجد کے علماء کو الزامات دیئے جارہے تھے کہ وہ مفاہمت کی طرف نہیں آرہے لیکن جب وفاق المدارس کے زیرِ اہتمام علماء کرام نے مفاہمت کی کوششیں کیں (جو کہ پوری قوم جان چکی ہے کہ کس کے کہنے پر کس نے ناکام بنائیں) تو اب ان مفاہمتی کوششوں کی ناکامی کا الزام بھی علماء کرام کے سر تھوپ کر نہ جانے کیا مقاصد حاصل کرنا مقصود ہیں؟

لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کے خلاف وحشیانہ سرکاری آپریشن نے جہاں ملک بھر میں صف ماتم بچھا دی اور ہر باشعور شہری کو غم و اندوہ سے دوچار کر دیا وہاں اس کے اسباب و عوامل، نتائج و عواقب اور مستقبل کے حوالہ سے بھی بہت سے سوالات کھڑے کر دیئے ہیں اور چونکہ اس قضیہ کو اپنے طور پر بہتر طریقہ سے حل کرنے کے لیے زیادہ تر ''وفاق المدارس العربیہ'' نے ہی مختلف مراحل میں عملی کردار ادا کیا ہے اس لیے بیشتر سوالات کا ہدف بھی ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' ہے اور لوگ اس حوالہ سے بہت کچھ جاننے کے خواہش مند ہیں۔ ان میں سے کچھ سوالات ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کی عمومی پالیسی، جدوجہد، مصالحتی کوششوں اور مذاکرات کے حوالے سے ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے تفصیلی مضامین میں وضاحت کر چکے ہیں۔

جبکہ کچھ سوالات کا تعلق میری ذات سے ہے، یہ سوالات میڈیا، خطوط اور دیگر ذرائع سے مجھ تک پہنچے ہیں اس حوالے سے خیر خواہوں کے شکوک وشبہات دور کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔

اس حوالے سے سب سے پہلا سوال جو اٹھایا گیا، یہ تھا کہ جامعہ حفصہ ؓ اور جامعہ فریدیہ کا وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کیوں ختم کیا گیا؟ تو وفاق کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ بادلِ نخواستہ اس لیے کیا کہ تصادم کا خطرہ بہر حال محسوس کیا جا رہا تھا اور اکابرین اسے کسی طرح بھی مناسب نہ سمجھتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آخر وقت تک ''وفاق'' کے بزرگ علماء کرام نے تصادم کو روکنے کے لیے پوری ذمہ داری کے ساتھ کردار ادا کیا۔ وفاق سے الحاق ختم کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ کسی کو مدرسہ کے طلبہ وطالبات پر حملے کی اجازت یا رضامندی ظاہر کی جائے۔ وفاق کی مجلس عاملہ کے اراکین نے نقصان کا خطرہ بھانپ کر الحاق ختم کر کے ایک کوشش کی کہ لال مسجد انتظامیہ کو مطالبات منوانے کے لیے تمام علماء کرام کے ساتھ مل کر متفقہ راہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دینی مدارس کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوشش کی جائے، اس کے ساتھ ساتھ وفاق نے جامعہ حفصہ ؓ کے مطالبات کی بھرپور حمایت جاری رکھی۔ اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ وفاق کی جانب سے ہمیشہ حکومت سے یہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ ان حضرات کے مطالبات مبنی برحق ہیں اور ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور طاقت سے مسئلہ کو دبانے کی کوشش نہ کی جائے اور ہر حال میں حکومت طاقت کے استعمال سے بھی گریز کرے۔

یہ بھی واضح رہے کہ وفاق سے الحاق کی منسوخی کا فیصلہ شخصی نہیں بلکہ اجتماعی تھا اور مجلسِ عاملہ نے از خود جو بہتر سمجھا وہی فیصلہ کیا۔ اس بارے میں حکومتی دباؤ کے الزامات قطعاً غلط ہیں۔ وفاق کے فیصلہ سے اختلاف کا حق کسی سے نہیں چھینا جا سکتا تاہم وفاق کے اکابرین کے اخلاص پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے وفاق کے خلوص پر شبہ ظاہر کیا ہے بلکہ مولانا غازی شہیدؒ نے تو از خود جامعہ حفصہ ؓ اور جامعہ فریدیہ ''وفاق المدارس'' کے حوالے کرنے کی شرط عائد کی تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وفاق کا فیصلہ مفاہمت و مصالحت کے لیے تھا کسی مخاصمت یا مخالفت پر مبنی نہیں۔ اختلاف رائے اور مخالفت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

نیز آپریشن کے دوران ''وفاق المدارس'' کا وفد جب مصالحتی کوشش کر رہا تھا تو مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے حکومت کو اور اپنے نمائندہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب اور راقم الحروف محمد حنیف جالندھری کے نام لکھوائے اور فرمایا کہ ان حضرات پر مجھے اعتماد ہے، یہ مذاکرات کریں۔

وزیر اعظم کے ساتھ ہونے والی میٹنگ میں وفاقی وزیر مملکت طارق عظیم نے یہ نام (جو ان کے پاس لکھے ہوئے تھے) پڑھ کر سنائے اور پھر مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب نے بھی احقر کو فون پر مولانا غازی شہیدؒ کی طرف سے لکھوائے۔ اب جبکہ مولانا غازی شہیدؒ نے اپنے قول وعمل سے وفاق کے خلوص کی گواہی دے دی ہے تو دیگر احباب سے بھی گزارش

ہے کہ اب اس موضوع کو زیر بحث نہ لایا جائے اور اس وقت یہ بحث مناسب بھی نہیں۔

احقر نے اس اعتراض کا جواب صرف اور صرف غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے دیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اکابر کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے میں ہی خیر و برکت ہے۔

وفاق کے حوالے سے یہ اعتراض بھی بڑے زور و شور سے اٹھایا گیا کہ آپریشن کے دوران احتجاج کیوں نہ کیا، مذاکرات کیوں کیئے گئے، اور مذاکرات کی ناکامی کے فوراً بعد احتجاج کی کال دے دی جاتی تو آپریشن رک جاتا۔

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آپریشن کے دوران مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ حکومت کی طرف سے یہ اپیل کی جا رہی تھی کہ علماء کرام مداخلت کریں اور مسئلہ پرامن طور پر حل کرائیں اور علماء کرام بھی یہ سمجھتے تھے کہ طاقت کے نشے میں مست لوگوں کو آپریشن کے نقصانات کا احساس دلا کر انہیں یہ سانحہ برپا کرنے سے روکا جائے اس لیے اکابرین وفاق اپنے ضعف و نقاہت، پیرانہ سالی اور بعض حضرات اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے اسلام آباد پہنچے اور مکمل اخلاص، نیک نیتی اور انسان دوستی کے جذبے سے اس آتش فشاں بنے مسئلے کو پرامن حل تک لے گئے لیکن تقدیر تدبیر پر غالب رہی اور فرد واحد نے اپنی ہی بنائی ہوئی مذاکراتی ٹیم کی تسلیم کردہ تمام باتیں مسترد کر دیں اور مذاکرات ختم کرنے کا طریقہ اپنایا کہ صرف میرا حکم مان لو اور پندرہ منٹ میں جواب دو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپریشن بھی شروع کر دیا جبکہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی بات چیت کی کاوشیں ابھی جاری تھیں، پوری قوم کے ساتھ ساتھ وفاق کے اکابرین کو بھی آخری وقت تک دھوکہ میں رکھا گیا اور مذاکرات سے آپریشن کے درمیان وقت یا وقفہ ہی کیا تھا کہ احتجاج کی کال دی جاتی اور اسے مؤثر بناتے ہوئے آپریشن ملتوی کرایا جاتا جبکہ آپریشن کا حتمی فیصلہ اندرون خانہ کیا جا چکا تھا۔

آپریشن کے بعد تا حال احتجاجی تحریک نہ چلانے پر بھی دوستوں کا شکوہ سامنے آیا ہے جس کا مفصل جواب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں دے دیا ہے جو کہ اخبارات میں چھپ کر قارئین تک پہنچ چکا ہے، جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ احتجاجی تحریک کے لیے "وفاق" موزوں فورم نہیں نہ ہی وفاق کا دستور ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ نیز تحریک چلانے کا فیصلہ وفاق کے صدر یا ناظم اعلیٰ کے دائرہ اختیار میں نہیں اس کے لیے مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ ضروری ہے۔ یہ انتہائی اہم، حساس اور قومی معاملہ ہے۔ مجلس شوریٰ اگر ایسا فیصلہ کریگی تو قوم ہمیں اگلی صفوں میں پائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو ظلم کے پہاڑ توڑنے تھے توڑے جا چکے، اب تحریک کا مقصد اس مطالبے کو عملی شکل دلانا ہے جس مطالبے کو عملی شکل دلانے کے لیے قوم کی ہزاروں بیٹیوں، بیٹوں اور علماء کرام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ احتجاجی تحریک کا مقصد توڑ پھوڑ کرنا یا خوف و ہراس پھیلانا ہرگز نہیں بلکہ وہ اعلیٰ وارفع مقاصد حاصل کرنا ہے جس کے لیے پیشگی عظیم قربانیاں دی جا چکی ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ تیاری اور لائحہ عمل مرتب کر کے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ قربانیاں ضائع چلی جائیں اور اسلامی نظریے پر حاصل کیا گیا وطن اسلامی نظام سے پھر محروم رہ جائے۔ اس بارے میں وفاق کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اہم فیصلے متوقع ہیں جو قوم کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور پھر

پوری قوم کو ایک کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہونا ہوگا۔

بعض حضرات کی طرف سے یہ الزام بھی دیا گیا کہ علماء کرام مذاکرات چھوڑ کر چلے گئے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علماء کرام کہاں چلے گئے؟ اور وہ اسلام آباد آئے ہی کس مقصد کے لیے تھے؟ جب علماء کرام کے اسلام آباد آنے کا مقصد ہی صرف اور صرف آپریشن رکوانا اور معاملہ بحث وتمحیص اور افہام وتفہیم سے، بغیر تصادم کے حل کرانا تھا تو پھر علماء کرام کے چلے جانے کا جملہ بہت ہی عجیب ہے۔ یہ بات کہنے والوں کو وقت کا بھی تعین ضرور کرنا چاہئے کہ علماء کرام کب گئے؟ اس وقت جبکہ فرد واحد نے مذاکرات کو یکسر ناکام بنا کر بات چیت کی بجائے حکمِ گرفتاری صادر کر دیا اور آپریشن کمانڈر نے علماء کرام کو ٹاکنگ پوائنٹ سے چلے جانے کے لیے سخت آرڈر جاری کیے لیکن اس کے باوجود بھی علماء کرام ہی کی مصالحانہ کوشش جاری رہی جو کہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے ذریعے سے تھی۔

مفتی نعیم صاحب کے حوالے سے کہا گیا کہ انہوں نے وہاں رکنے پر اصرار کیا حالانکہ خود مفتی نعیم صاحب جیوٹی وی کے پروگرام ''کامران خان کے ساتھ'' میں واضح کر چکے ہیں کہ ایک کمانڈر نے آکر ان سے کہا کہ آپ حضرات یہاں سے چلے جائیں۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ ارباب اقتدار مذاکرات میں مخلص نہ تھے بلکہ پوری قوم اور مذاکرات کرنے والے علماء کرام کو دھوکہ دے رہے تھے اور مذاکرات کا ڈرامہ لال مسجد کے علماء کرام پر الزام تراشی کے لیے رچایا گیا کہ انہوں نے علماء کی بات نہیں مانی حالانکہ انہوں نے علماء کرام سے مکمل تعاون کیا تھا۔

مذاکرات کی ناکامی کے بعد میڈیا کو فوراً صحیح صورت حال سے آگاہ کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ ایک ایسا سوال یا اعتراض ہے جس میں معترض کی سادگی یا شاید لاعلمی پنہاں ہے۔ بہر حال عرض ہے کہ لال مسجد و جامعہ حفصہؓ کے باہر فوجی محاصرہ سے لے کر جامعہ حفصہؓ کے انہدام تک شاید ہی کوئی لمحہ ہو جو میڈیا سے چھپا رہا ہو۔ ہاں جو ظلم کی شدت تھی جسے حکومت نے لاٹھی اور گولی کے زور پر میڈیا سے چھپا رکھا تھا وہ واقعی قبروں تک چھپی رہی، لیکن اس قتل عام کی عکاسی کے علاوہ تو تمام کا تمام منظر نامہ اور حقائق میڈیا کے سامنے رہے اور مذاکرات کی ناکامی بھی ایوان صدر سے مذاکرات کے ذریعے طے شدہ معاملات کے برعکس مسودہ آتے ہی پورے ملک کو معلوم ہو گئی۔ تاہم علماء کرام نے مذاکرات کی ناکامی کے بارے میں رائے اس لیے نہ دی کہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل کے ذریعے بات چیت کا عمل جاری تھا۔

لال مسجد آپریشن مذہبی جماعتوں اور وفاق المدارس کو اعتماد میں لے کر کرنے جیسے الزامات بالکل لغو، بے بنیاد اور دروغ گوئی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پوری قوم ہی اس ظالمانہ اقدام کی مخالف رہی۔ مذہبی افراد یا اداروں کے اس حوالے سے حکومت کا ساتھ دینے کا الزام انتہائی غیر سنجیدہ، تکلیف دہ اور سراسر بہتان ہے اور وفاق کے خلاف بدگمانی اور بداعتمادی پیدا کرنے کے لیے مخصوص اداروں اور افراد کی سازش ہے جو کہ ان شاء اللہ ناکام رہے گی۔

مذاکرات کے دوران علماء کے غیر سنجیدہ رویے کی بات بھی ایک تکلیف دہ الزام سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ایک ایسا معاملہ کہ جس پر پوری قوم ایک ہفتے سے ہنسنا بھول چکی تھی اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ کرب کے حصار میں مزید جکڑتی چلی جا رہی تھی اس جانکاہ مسئلہ کے بارے میں علماء کرام پر غیر سنجیدگی کا اعتراض زخموں پر نمک پاشی ہے جبکہ مذاکرات

میں غیر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والوں کے حوالے سے معترضین بھی شاید کسی خوف کا شکار ہیں اس لیے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔

قارئین کرام! آپ ہی انصاف کیجئے گا کہ مذاکرات میں کون سنجیدہ ہوگا اور کون نہیں کہ ایک طرف جید اور بزرگ علماء کرام تھے جو کہ انسانی جانیں، قرآن وحدیث کے قاری اور کتابیں اور مدرسہ ومسجد کو بچانے کے لیے کوششیں کر رہے تھے ۔ دوسری جانب طاقت کے نشے میں چور، عالمی قوتوں کے حمایت یافتہ حکمران جو کہ طلبہ وطالبات، علماء کرام، قرآن و حدیث کی کتب اور مدرسہ ومسجد کو ختم کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ پوری طاقت اور آلات قتل کے ہمراہ مظلوم وبے بس بچوں اور بچیوں کو گھیر چکے تھے، تو ایسی صورت میں غیر سنجیدگی کا ذمہ دار کون ہے؟ ملک بھر سے جمع ہو کر مذاکرات شروع کرنے والے یا کامیاب مذاکراتی مسودہ کو مسترد کر کے حکم کی تعمیل چاہنے والا۔ اگر سچ کا اظہار ناممکن ہو تو خاموش رہنا باطل کو حق کہنے سے بہتر ہوتا ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ وفاق کے اکابرین حکومت کی طرف سے جامعہ حفصہؓ اور جامعہ فریدیہ سپرد نہ کرنے پر ناراض ہو کر مذاکرات چھوڑ کر چلے گئے؟

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ دونوں مدارس وفاق کی تحویل میں دینے کی بات مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے کی تھی۔ وفاق نے از خود تقاضا نہیں کیا اور مولانا غازی شہیدؒ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے اس کا اظہار کیا تھا اور مدارس حوالے کیے جانے کا مقصد بھی کسی ذاتی مفاد کا حصول نہ تھا بلکہ طلبہ وطالبات کا رکا ہوا تعلیمی سلسلہ شروع کرنا تھا تا کہ درس وتدریس شروع کر کے طلبہ کا تعلیمی سال ضائع ہونے سے بچایا جاسکے لیکن حکمران تو ان معصوموں کی جان ہی کے درپے تھے، انہیں تعلیم وتعلم سے کیا غرض ؟

تاہم جب حکومتی مذاکراتی ٹیم نے یہ کہا کہ آپ حضرات دونوں مدارس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے وضاحت کردی کہ ہمیں قبضے کی کوئی خواہش نہیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ دونوں ادارے آئندہ بھی بطور دینی مدرسہ ہی کام کرتے رہیں۔ ان کا مصرف تبدیل نہ ہونے پائے اور ان اداروں کو بطور دینی مدرسہ چلانے کے لیے آپ یعنی ارباب اقتدار راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کرام کے حوالے کردیں یا خود چوہدری شجاعت حسین ان اداروں کو آئندہ بطور دینی مدرسہ چلانے کی ذمہ داری قبول کرلیں۔ ہمارے حوالے بے شک نہ کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

کچھ احباب کہتے ہیں کہ لال مسجد آپریشن کے بعد جنرل مشرف نے اپنے نشری خطاب میں وفاق المدارس کا شکریہ کیوں ادا کیا ہے؟

یہ سوال اصولاً تو جنرل مشرف سے ہی کیا جانا چاہئے اور وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ وفاق المدارس کے اکابرین نے مذاکرات کی ناکامی کے بعد آپریشن کے روز ہی اسلام آباد میں جو پریس کانفرنس کی اس میں اور اگلے روز وفاق کی مجلس عاملہ کے ہنگامی اجلاس میں بھی متفقہ طور پر واضح اعلان کیا تھا کہ مذاکرات کو ناکام بنانے والے، آپریشن کا حکم دینے والے اور اس سانحۂ عظیم کے ذمہ دار جنرل پرویز مشرف ہیں جبکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ جنرل پرویز

مشرف نے اپنی نشری تقریر میں وفاق کا شکریہ ادا نہیں کیا بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرانے کے لیے امام کعبہ بھی تشریف لائے ہیں اور وفاق المدارس کے لوگ بھی آئے ہیں مگر (ان کے بقول) غازی برادران نے کسی کی بات نہیں مانی۔ اگر پرویز مشرف کی طرف سے ''وفاق'' کے تذکرہ سے آپریشن میں وہ ذمہ دار قرار پاتا ہے تو امام کعبہ کے بورے میں کیا رائے ہے؟

الغرض علماء کرام اور اکابرین وفاق پر الزامات، علماء کرام کی کردار کشی کے جاری عمل کا کہیں تسلسل تو نہیں؟ اور علماء کنبے کے سینکڑوں بھائیوں، بیٹوں اور بیٹیوں کو قتل کر کے الزامات اس لیے تو نہیں لگائے جا رہے کہ کہیں ہم اپنے مقتولین کے لہو کا حساب نہ مانگ لیں؟ قاتلوں کو 'لہو' کا حساب تو آخر دینا ہی ہوگا۔

بندہ کی ذات کے حوالے سے بھی چند اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ ان کی وضاحت ضروری محسوس کرتا ہوں کیونکہ بعض حضرات لاعلمی یا غلط فہمی کی بناء پر مجھ سے خفا ہیں اور ان کی خفگی دور کرنا مجھ پر لازم ہے۔ مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ غلط فہمیوں کا ازالہ اور صحیح صورت حال سے باخبر کرنا ہے۔

کہا گیا ہے کہ میں نے لال مسجد مذاکرات ختم کرنے پر اصرار کیا، علماء کرام کو مذاکرات ختم کر کے واپس لے گیا اور علماء کرام کو مذاکرات کی تفصیل میڈیا کے سامنے بیان کرنے سے روکا، موبائل فون بند کرا دیئے، آپریشن کے وقت سو رہا تھا، جامعہ حفصہؓ و جامعہ فریدیہ کو وفاق سے نکالا، پنجاب قرآن بورڈ کا چیئرمین ہونے کی وجہ سے مراعات لینے اور لال مسجد آپریشن کے بعد خاموشی اختیار کرنے جیسے اعتراضات کے جواب میں عرض ہے کہ میری ذات کو نشانہ بنا کر بھی دراصل وفاق المدارس اور اس کے اکابرین کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، جس کا حقائق سے تعلق نہیں۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ جب وزراء کی ٹیم نے چوہدری شجاعت حسین صاحب کی سربراہی میں ایوانِ صدر سے واپس آ کر یہ کہا کہ ایوانِ صدر سے جو مسودہ لایا گیا وہ حتمی ہے اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا اور اس کا ''ہاں'' یا ''نہ'' میں آدھے گھنٹے کے اندر جواب چاہئے۔ اس کے بعد یہ نیا مسودہ فون پر سن کر غازی عبدالرشید شہیدؒ نے اسے قطعی طور پر مسترد کر دیا پھر وہاں کے فوجی آفیسر نے دوٹوک طور پر کہہ دیا کہ پندرہ منٹ کے اندر بات طے کریں کیونکہ ہمیں دیر ہو رہی ہے تو وفاق المدارس کی مذاکراتی ٹیم نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ اب مذاکرات کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی اس لیے ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ اس میں میرا کوئی اصرار نہیں تھا بلکہ اجتماعی مشورہ تھا جس پر میں نے بھی عمل کیا۔ اس کی تصدیق مذاکرات میں شریک دیگر علماء کرام سے کی جا سکتی ہے۔

علماء کرام کو مذاکرات کی ناکامی کی تفصیل میڈیا کے سامنے بیان کرنے سے روکنے اور موبائل بند کرانے کے الزامات انتہائی تکلیف دہ ہیں اور خلاف واقعہ بھی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حنیف جالندھری کوئی ڈکٹیٹر یا آمر نہیں اور نہ ہی بزرگ علماء کرام حکومتی ارکان۔ بندہ اپنے بزرگ اکابر کا خادم اور ترجمان ہے اور علماء کرام سے قربت رکھنے والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس شعبہ میں بزرگوں کی قدر کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ احقر نے بزرگوں کے فون بند کرا دیئے اور میڈیا سے بات نہ کرنے دی نہ صرف بندہ کے لیے تکلیف دہ بلکہ بزرگوں کی شان کے

بھی خلاف ہے۔ بیں اعتراس کرنے والوں سے یہ عرض کرنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے اکابر کو کیا سمجھا کہ مجھ پر اپنے بزرگوں سے ایسا سلوک روا رکھنے کا الزام عائد کردیا ہے؟

آپریشن کے وقت سوئے ہوئے ہونے کا جواب یہ ہے کہ کیا کسی ایسی جگہ جہاں موت کا رقص جاری ہو کسی کو نیند آ بھی سکتی ہے، جب گھن گرج سے پورا ''اسلام آباد'' میدان جنگ کی کیفیت سے دوچار تھا اور پوری آبادی نہیں سو سکی تھی۔

بندہ مذاکرات سے مولانا غازی شہیدؒ کی شہادت تک تمام مناظر دیکھتا رہا اور روتا رہا۔ میڈیا سے غازی شہیدؒ کی براہ راست آخری گفتگو اور اپنی والدہ مرحومہ کے آخری لمحات کی روداد جو انہوں نے بیان کی احقر سب دیکھتا، سنتا اور تڑپتا رہا، نہ جانے معترضین نے کہاں مجھے سوتے ہوئے دیکھ لیا؟

جامعہ حفصہؓ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق سے علیحدہ کرنے یا وفاق کے حوالے سے کسی بھی معاملے پر میری ذات پر اعتراض اٹھائے جاتے ہیں تو اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ حنیف جالندھری وفاق نہیں بلکہ وفاق کی ایک اکائی ہے اور وفاق المدارس کے اکابرین کا ترجمان، اس کی پالیسی اور فیصلوں کا پابند ہے اور وفاق کی سطح سے جس بھی معاملے پر جو بھی فیصلہ کیا جاتا ہے وہ کسی فردِ واحد کا نہیں بلکہ تمام اکابر اور ایک مجلس کا فیصلہ ہوتا ہے، اسے کسی ایک فرد کے خلاف برائے پروپیگنڈہ استعمال کرنا مناسب نہیں۔

پنجاب قرآن بورڈ کا قیام صوبے میں مختلف علاقوں سے موصول ہونے والی ان شکایات کی وجہ سے عمل میں لایا گیا ہے کہ قرآن کریم کے بوسیدہ نسخے اور اوراق کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور انہیں سنبھالنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

پنجاب کے وزیراعلیٰ نے اس پس منظر میں قرآن بورڈ قائم کیا جس میں مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام اور دیگر طبقات کے افراد شامل ہیں۔ مجھے اس کا چیئرمین بنایا گیا ہے جو ایک اعزازی منصب ہے جس کی کوئی تنخواہ نہیں ہے اور نہ ہی دیگر کوئی مراعات میں نے حاصل کی ہیں۔ صرف ایک سرکاری گاڑی چیئرمین کے طور پر وقتاً فوقتاً میرے استعمال میں رہی ہے، جو میں نے لال مسجد کے آپریشن کے موقع پر احتجاجاً واپس بھجوادی تھی۔

دینی مقاصد کے لیے اس قسم کے اجتماعی کام سرکاری طور پر ہوں یا غیر سرکاری طور پر ان میں شمولیت ہمارے اکابر کی شروع سے ہی روایت چلی آرہی ہے اور وفاق المدارس کے دستور میں بھی اس کے لیے کوئی ممانعت نہیں۔ اس کے باوجود اگر ''وفاق'' کی قیادت مجھے کہتی ہے تو میں یہ منصب کسی بھی وقت چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔

آپریشن کے بعد خاموشی اختیار کر لینے کا اعتراض بھی بندے کی ذات پر صادق نہیں آتا بلکہ ملک بھر کے علماء کے حوالے سے ایسی بات حقیقت کے منافی ہوگی کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کا جسم چھلنی کر دیا جائے اور وہ چیخے چلائے بھی نہیں۔ اخبارات اور میڈیا میں مسلسل ہم اپنے مؤقف اور مطالبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

لال مسجد و جامعہ حفصہؓ کے خلاف حکومت کی خاموش واردات کے بعد علماء کرام اور خصوصاً وفاق المدارس کے اکابرین اور ان کے وابستگان کے خلاف حکومت اور حکومتی اداروں کی جانب سے ایک نئی طرز کا حملہ جاری ہے جس میں اکابر علماء کیخلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، بدگمانیاں اور بداعتمادی کا زہر پھیلایا جارہا ہے، وفاق کو کمزور کرنے کے لیے

طلبہ وعلماء، چھوٹوں اور بڑوں میں شکوک وشبہات کی خلیج حائل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ایجنسیاں اور مراعات یافتہ طبقے، مراعات قائم رکھنے کے لیے علماء ومذہبی حلقوں کے خلاف منظم منصوبہ بندی سے برسرِ پیکار ہیں۔ ان حالات میں مذہبی لوگوں کو مسالک وعقیدے کی زنجیروں سے نکل کر باہم مربوط ہوکر اسلامی اخلاقیات واقدار کے تحفظ کے لیے کردار ادا کرنا ہوگا۔ تحریک کا فیصلہ کسی فرد نے نہیں کرنا بلکہ تبدیلی کے لیے پوری قوم کو متحد ہونا اور ایک قوم ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔

اس وقت مذہبی حوالے سے صورتحال انتہائی مخدوش ہے۔ اندرون و بیرون ملک سازشوں کے ایسے جال بنے جا رہے ہیں جس کی مثال جامعہ حفصہؓ اور لال مسجد کے خلاف آپریشن کی صورت میں قوم دیکھ چکی ہے۔ آپریشن سے پہلے قوم کے سامنے مسلسل یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا کہ جامعہ حفصہؓ ایک دہشت گردی کا اڈا ہے، اس میں بھاری اسلحہ ہے، دہشت گرد ہیں، غیر ملکی ہیں، وغیرہ وغیرہ لیکن قوم نے دیکھا کہ سارا پروپیگنڈہ تھا اور آپریشن کے فوراً بعد مخصوص افراد نے علماء کرام اور وفاق المدارس کے خلاف بھرپور پروپیگنڈہ مہم شروع کر کے مذاکرات ناکام بنانے، دینی طلبہ وطالبات کا وحشیانہ قتل عام کرنے، کیمیکل بم مار کر لاشیں جلانے، قرآن وحدیث کی کتابوں کو گندے نالوں میں پھینکنے اور انسانیت کے خلاف گھناؤنے ترین جرائم میں ملوث طاقتور ظالموں کو بے گناہ ظاہر کرنے کی بھونڈی کوششیں شروع کردی ہیں۔ قوم کو، قرآن وسنت کو راہنما اور معیار جان کر حق وباطل کی تمیز کرتے رہنا چاہئے۔ باطل نے مٹ ہی جانا ہے لیکن اے اہلِ حق! خیال رہے کہ کہیں باطل ہماری آخرت برباد نہ کر جائے، یاد رہے کہ باطل نے متفقہ وار کرنا شروع کردیا ہے اور اہلِ حق کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا ظلم اور غلامی سے نجات کے لیے ایک قوم بننا ضروری ہے۔

☆......☆......☆

مولانا عبدالعزیز صاحب اور عبدالرشید غازی شہید کی پیدائش ضلع راجن پور کی تحصیل روجھان کی دور افتادہ اور انتہائی پسماندہ بستی میں ہوئی، وہ بستی نہایت گمنام تھی، صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں اس بستی کو ''مولانا عبداللہ'' کے نام سے منسوب کردیا گیا، اب اس بستی کو ''عبداللہ شہید'' کے نام سے پکارا جاتا ہے، اس خاندان کا تعلق راجن پور کے مشہور معروف ''سوڈدانی مزاری بلوچ'' قبیلے سے ہے، ان دونوں بھائیوں کے آباواجداد کردستان سے ہجرت کر کے ان علاقوں کی طرف آئے تھے، اس اعتبار سے یہ اصلاً ''کرد'' ہیں، ان دونوں بھائیوں کے والد مولانا محمد عبداللہ شہید نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے 1957ء میں عالم فاضل کی سند حاصل کی اور صدر محمد ایوب خان کی فرمائش پر 1966ء میں اسلام آباد وفاقی دارالحکومت بننے کے بعد جی سکس فور میں قائم مسجد میں خطیب کے طور پر آئے تھے اور بعد ازاں یہ مسجد پوری دنیا میں ''لال مسجد'' کے نام سے مشہور ہوئی، مولانا عبداللہ کو اسی مسجد کے احاطے میں 17 اکتوبر 1998ء کو گولیاں مار کر شہید کردیا گیا، ان دونوں بھائیوں کی طرح مولانا عبداللہ شہید پاکستان کی کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کے باقاعدہ رکن یا رہنما نہیں رہے بلکہ تمام جماعتوں کے ساتھ ان کے تعلقات تھے، مولانا عبدالعزیز صاحب اور عبدالرشید غازی شہید نے ابتدائی تعلیم شاہ فیصل جامعہ اسلامیہ اسلام آباد اور جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار سے حاصل کی اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے 1984ء میں عالم فاضل کی ڈگری جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے حاصل کی اور بعد ازاں والد ماجد کی شہادت تک جامع مسجد مجددیہ پارک روڈ ایف ایٹ میں امامت وخطابت کے فرائض سر انجام دیئے۔ عبدالرشید غازی شہید نے پرائیویٹ طور پر بی اے تک دنیاوی تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں 1988ء میں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے اوّل پوزیشن میں ''انٹرنیشنل ریلیشنز'' میں ایم اے کیا اور 1989ء میں یونیسکو کے تحت منسٹر آف ایجوکیشن میں اٹھارویں گریڈ کے عہدے پر تعینات ہوگئے، جہاں سے ان کو ملک دشمن سرگرمیوں کا الزام لگا کر ملازمت سے برطرف کردیا گیا۔